تاثرات وملاقات
شیخ نجم المدنی

تحریک آزادی کے بہادر کارکن

شیخ احسان اللہ احرار

محترم شیخ احسان اللہ احرار تحریک آزادی کے بہادر کارکن ہیں اور ان دنوں وزیر آباد میں زندگی کے باقی ایام جوانمردی کے ساتھ گزار رہے ہیں۔ پیرانہ سالی کے باوجود آواز میں وہی کڑک اور لہجہ میں کھنک باقی ہے جو ان کے عہد شباب کی جولانیوں کا پتہ دیتی ہے۔ انہوں نے ایک بھرپور زندگی گزاری ہے انگریز سامراج کے خلاف جدوجہد میں قید و بند کی صعوبتوں سے دوچار ہوئے مگر استقامت کے ساتھ مصائب کو برداشت کیا، ایک وفادار انسان! کہ جو نصف صدی قبل تحریک آزادیٔ کشمیر کے دوران احرار رضاکار بھرتی ہوا مگر تا ایں دم مجلس احرار ہی اس کا اوڑھنا بچھونا ہے۔ سیاسی لیل و نہار اور نشیب و فراز انہیں احرار سے جدا نہ کر سکے۔

شیخ احسان اللہ دسمبر ۱۹۱۸ء میں حاجی شیخ عنایت اللہ کے ہاں وزیر آباد میں پیدا ہوئے۔ مڈل تک تعلیم حاصل کی۔ حضرت مولانا محمد رمضان خطیب جامع مسجد حنفیہ بازار والی (وزیر آباد) سے ابتدائی دینی تعلیم حاصل کی مگر جدوجہد آزادی میں بھرپور شمولیت کی وجہ سے تعلیم جاری نہ رکھ سکے۔ بعد میں علم طب سے تعلق پیدا کیا باقاعدہ تعلیم حاصل کی۔ اور وزیر آباد میں حبیبیہ دواخانہ قائم کیا۔ تمام عمر رزق حلال کمایا اور حاجت مندوں کی خدمت کرتے رہے۔ وہ اپنی اجتماعی زندگی میں مجلس احرار اسلام سے وابستہ رہنے کے ساتھ ساتھ مختلف سماجی و اصلاحی تنظیموں سے بھی منسلک رہے اور بے لوث خدمات سر انجام دیتے رہے۔ کمپنی کمانڈر قومی رضاکار تنظیم وزیر آباد۔ میونسپل کمشنر، بی ڈی ممبر بلدیہ وزیر آباد۔ سیکرٹری وارڈن شہری دفاع وزیر آباد۔ ستوئی انجمن نصرت الحق، جامع مسجد حنفیہ بازار والی وزیر آباد وغیرہ وغیرہ۔ شیخ صاحب ایک طویل عرصہ تک مجلس احرار اسلام وزیر آباد کے صدر بھی رہے۔

ان کے والد ماجد جناب حاجی شیخ عنائت اللہ مرحوم۔ ۱۹۱۹ء میں جلیانوالہ باغ (امرتسر فوج کی) فائرنگ کا ظلم برداشت نہ کر سکے اور وزیر آباد میں انگریزوں کے خلاف سرگرم عمل ہو گئے نتیجتہ گرفتار ہو گئے۔ جلیانوالہ، اور ڈنگہ پر جب انگریزوں نے حملہ کیا تو ان کے آباؤ اجداد ہجرت کر کے وزیر آباد آ گئے۔ اس شہر کو انگریز کے خلاف جدوجہد کا مرکز بنایا۔ تحریک سول نافرمانی کے دوران انگریزی حکومت کا ظالم نظام درہم برہم کر دیا۔ ٹیلی فون کے تار کاٹ دیئے۔ ریلوے سگنل توڑ ڈالے اور اسٹیشن کو آگ لگا دی۔ بعد میں گرفتار ہوئے تو پھانسی کی سزا سنا دی گئی مگر عدم ثبوت کی بناء پر سزا ۹ ماہ کر دی گئی۔ اور گورنمنٹ پرنٹنگ پریس میں مشقت کرتے رہے۔

شیخ احسان اللہ احرار کی زندگی ایک جہد مسلسل اور وفا و ایثار کی تابندہ مثال ہے۔ ایسے ہزاروں کارکن ہیں جو گمنامی میں چلے گئے ہیں مگر ان کے کارہائے نمایاں سے نئی نسل قطعی بے خبر ہے شیخ صاحب کی زندگی کی ایک واقعاتی جھلک ملاحظہ فرمائیں

۵۲-۱۹۵۱ء کا واقعہ ہے کہ حضرت امیر شریعت نے گکھڑ منڈی میں ایک جلسہ عام سے خطاب کرنا تھا شیخ صاحب ان دنوں پولیس قومی رضا کار کے کمپنی کمانڈر تھے۔ اور مجلس احرار سے وابستہ تھے۔ جناب شیخ صاحب نے حضرت شاہ جی کو عسکری سلامی دینے کا پروگرام بنایا۔ شیخ احسان اللہ صاحب کا کہنا ہے کہ "میں نے سوچا کہ حضرت شاہ جی کو پورے اعزاز کیساتھ جلسہ گاہ میں لایا جائے اور انہیں عسکری سلامی پیش کی جائے مارچ پاسٹ اور معائنہ پریڈ کرائی جائے۔ اس کیلئے میں گکھڑ منڈی گیا۔ اور جماعتی ساتھیوں سے اجازت طلب کی تو انہوں نے اجازت نہ دی۔ مگر میں مایوس نہ ہوا۔ واپس آکر پولیس قومی رضاکاروں کو تیار کیا اور پوری کمپنی کو ساتھ لیکر جلسہ گاہ میں سب سے پہلے پہنچ گیا۔ جلسہ نماز عشاء کے بعد ہونا تھا۔ میں نے پنڈال میں پہنچ کر ساتھیوں (قومی رضاکاروں) کو ہوشیار کیا۔ اور ہم شاہ جی کا انتظار کرنے لگے۔ کچھ ہی دیر بعد فضاء نعروں سے گونج اٹھی چند لمحوں میں شاہ جی سٹیج پر تشریف لائے۔ میں پریڈ کرتا ہوا سٹیج کے سامنے کھڑا ہو گیا۔ چونکہ میں قومی رضاکار کی وردی میں تھا۔ محترم شاہ جی سٹیج پر کھڑے ہوگئے۔ اور کچھ دیر بعد شاہ جی نے مجھے پہچان لیا۔ اور فرمایا "تم احسان اللہ ہی ہو؟" میں عرض کیا جی ہاں!

پھر شاہ جی نے وزیر آباد کے ساتھیوں کے بارے میں پوچھا (جن میں لالہ ابراہیم، بابو غلام رسول بی۔ ڈی ممبر، حبیب اللہ سالار شامل تھے) اس کے بعد شاہ جی نے پوچھا "تم کیا چاہتے ہو؟" میں نے عرض کیا آپ جانتے ہی ہیں کہ میں پولیس قومی رضاکار کا کمپنی کمانڈر ہوں اور میں آپ کو سلامی دینا چاہتا ہوں۔ مگر مقامی ساتھی اجازت نہیں دے رہے۔ شاہ جی نے فرمایا "تو بھائی بتاؤ میرے لائق کیا خدمت ہے؟" میں نے قبلہ شاہ جی کو پریڈ کے بارے میں بتایا تو شاہ جی، میرے اس جذبے سے بے حد متاثر ہوئے اور سٹیج پر نیچے پاؤں لٹکائے بیٹھ گئے اور فرمایا "جب تک میرا یہ بیٹا راضی نہیں ہوتا میں تقریر نہیں کرونگا۔ صدر جلسہ اور منتظمین جلسہ میرے اس بیٹے کو راضی کرلیں اجازت ملنے پر میں نے اپنی کمپنی کو باواز بلند ہوشیار کیا۔ چند ہی لمحوں میں رائفلوں کے دستوں پر جوانوں کے ہاتھوں کی آواز فضا میں گونج اٹھی اور ساتھ ہی بینڈ نے سلامی کی دھن بجائی۔ ہماری کمپنی کے جوانوں کے آگے بینڈ کا دستہ تھا۔ اس کے پیچھے میں اپنی کمپنی کی کمان کرتا ہوا سٹیج کے سامنے سے گزرا آپ نے پہلے بینڈ کے کمانڈر کے عسکری سلام کا اور بعد میں میرے عسکری سلام کا جواب دیا ہم پریڈ کرتے ہوئے جس جگہ سے چلے وہاں واپس جاکر قطاروں میں کھڑے ہوگئے پھر میں شاہ جی کے پاس دوبارہ سٹیج کے قریب گیا اور آپ سے درخواست کی کہ کمپنی برائے معائنہ تیار ہے۔ آپ میرے پیچھے آتے ہوئے جوانوں کے قریب آئے آپ جوانوں کو دیکھتے ہوئے قطاروں کے آگے سے گذرے۔ اس معائنہ کے بعد میں شاہ جی کو عسکری انداز میں پورے اعزاز کیساتھ سٹیج پر لے آیا۔ آپ سٹیج پر تشریف فرما ہوئے اور میں واپس اپنے کمپنی جوانوں کے پاس چلا گیا۔ جلسہ کی کارروائی ہماری اس گھنٹہ بھر کی کارروائی کے بعد شروع ہوئی۔

ڈسٹرکٹ جیل گوجرانوالہ

تحریک تحفظ ختم نبوت ۱۹۵۳ء کے دوران ڈسٹرکٹ جیل گوجرانوالہ میں میں اور میرے ساتھ مولانا محمد چراغ، قاضی نور محمد پیر بشیر شاہ آف سوہدرہ وغیرہ پر مشتمل تقریباً ۶۵ افراد تھے۔ مولانا محمد چراغ مرحوم مجھ سے بہت محبت کرتے تھے ہم لوگ ساڑھے تین ماہ جیل میں رہے جیل میں مولانا کے ایک شاگرد مولوی عبد المالک اور

جماعت اسلامی کے چودھری محمد اسلم بھی تھے۔ ایک دن دستر خوان پر بیٹھے بیٹھے انہوں نے حضرت امیر شریعت کے متعلق نازیبا الفاظ کہے۔ میں لب و لہجہ برداشت نہ کرسکا سالن سے بھرا ہوا پیالہ اس کے منہ پر دے مارا۔ اور خوب بے نقط سنائیں مولانا محمد چراغ مرحوم نے اسے خوب ڈانٹا اور فرمایا کہ "میں نے تمہیں پہلے بھی کہا ہے کہ تم حضرت شاہ جی کے متعلق معقول لب و لہجہ اختیار کیا کرو۔ مگر تم باز نہیں آتے پھر تم نے ان کے ایک عقیدت مند کے سامنے یہ حرکت کر کے بہت برا کیا"

اتنے میں سپرنٹنڈنٹ جیل سید دولت علی شاہ آگئے اور ہنستے ہنستے کہنے لگے کیا ہوا آپ لوگ جیل میں بھی اکٹھے نہیں رہ سکتے آپ کو بی کلاس ملی ہوئی ہے گوشت بھی ملتا ہے ان لوگوں سے پوچھیئے جنہیں سی کلاس ملی ہوئی ہے۔ میں نے کہا جناب مجھے چکی میں بند کر دیں میں ان کے ساتھ نہیں رہ سکتا بالآخر اس نے مجھے ہسپتال بھجوادیا۔

ایک دن مولانا محمد چراغ مرحوم نے مجھے کہا کہ وہ بزرگ جو چارپائی پر تشریف فرما ہیں۔ ان سے جا کر پوچھو کہ چھے دن تو ہمیں گوشت ملتا ہے ہم کھا کر الحمد للہ پڑھتے ہیں ساتویں دن دال ملتی تو اس کے کھالینے کے بعد الحمد للّی کہہ دیں۔ میں نے ایسا ہی کیا میرا یہ کہنا تھا کہ وہ حضرت موصوف جوتا اٹھا کر دوڑے وہ میرے پیچھے پیچھے اور میں پوری جیل میں آگے آگے۔ ہم دونوں ہانپ گئے۔ تو مولانا محمد چراغ پھر آگے بڑھے اور بیچ بچاؤ کرادیا اور کہنے لگے کہ حضرت یہ نوجوان ہنس مکھ اور بامذاق آدمی ہے اس کی باتوں کا برا نہ منائیں۔

یہ بزرگ قلعہ دیدار سنگھ کے حضرت قاضی نور محمد تھے ان کی موٹی آنکھیں سرخ انگارہ معلوم ہوتی تھیں، چہرہ بارعب، جلالی بزرگ تھے میں ان کے مزاج سے واقف نہ تھا۔ مگر مولانا چراغ صاحب انہیں خوب جانتے تھے۔

آزادی سے قبل کا واقعہ ہے کہ حافظ آباد میں قادیانیوں کا جلسہ ہوتا تھا ادھر وزیر آباد میں مجلس احرار کے کارکنوں کو بھی اس بات کا علم ہوگیا۔ اور طے پایا کہ قادیانیوں کا جلسہ کہیں بھی کامیاب نہیں ہونا چاہیئے۔ اگر جلسہ ہو تو درہم برہم کر دیا جائے چنانچہ چند ساتھی حافظ آباد مرزائیوں کا جلسہ ناکام کرنے کا مشن لیکر گئے۔ ہر رضا کار کی الگ الگ ڈیوٹی لگادی گئی۔ ایک رضا کار نے شامیانوں کی رسیاں کاٹنی تھیں دوسرے کے ذمہ گیس کا بجھانا اور تیسرے نے بروقت سب کو آگاہ کرنا تھا۔ میری ڈیوٹی سب سے الگ تھی اور وہ یہ تھی کہ جب شامیانے گرنے لگیں تو مجھے مٹی کے چھوٹے چھوٹے پانچ چھ مرتبانوں کو سٹیج پر پھینکنا تھا۔ اس مشن پر جب روانہ ہونے لگے تو وزیر آباد میں ہمارے ایک نیک سیرت بزرگ، جماعت کے سرگرم رکن اور ہمدرد ساتھی نے مجھے کہا کہ بیٹا جانے سے پیشتر مجھ سے ملکر جانا وہ بزرگ بتاشوں کا کام کرتے تھے۔ اس زمانے میں شام چھے بجے گاڑی حافظ آباد جایا کرتی تھی۔ میں اپنے بزرگ ساتھی جو دارہ کبوتراں کے مقابل بتاشے بناتے تھے۔ انکی خدمت میں حاضر ہوا انہوں نے تھیلے میں پانچ۔ چھے مٹی کے چھوٹے چھوٹے مرتبان جن کے منہ موٹے کاغذ سے بند تھے مجھے دیئے۔ اور فرمایا پنڈال میں کسی کونے میں بیٹھے رہنا اور جب شامیانے گرنے کے لئے حرکت میں آئیں ایک ایک کر کے مرتبان سٹیج پر پھینکتے جانا۔ مجھے معلوم نہیں تھا کہ مرتبانوں میں کیا ہے اور میں نے پروگرام کے مطابق ایسا ہی کیا مرتبانوں کا سٹیج پر گرنا ہی تھا کہ اس میں سے کالی بھڑیں آناً فاناً نکلیں اور چھڑ گئیں انہوں نے سٹیج پر موجود قادیانیوں کو کاٹنا شروع کر دیا۔ کسی کی ناک پر کسی کے ہونٹ اور آنکھ پر کسی کے کان اور گال پر یہ عجیب منظر تھا اُدھر سائبانوں کے گرنے کی وجہ سے

بھگدڑ مچی ہوئی تھی تو ادھر سٹیج پر بھڑوں نے اپنا پروگرام شروع کیا ہوا تھا۔ دوسرے روز قادیانی جب بازار سے گذرے تو ان کی حالت قابل دید تھی۔ کیونکہ بھڑوں نے ان کا حلیہ بگاڑ دیا تھا۔

اسی طرح موتی بازار وزیر آباد میں مرزائیوں نے اپنے مرزواڑے کے سامنے ایک جلسہ رکھا۔ گرمیوں کا موسم تھا۔ چونکہ جلسے عموماً رات ہی کو ہوا کرتے تھے۔ رات کے وقت ہوا چلنی شروع ہو گئی۔ ہم نے پھر پروگرام ترتیب دیا اس مرتبہ انداز پہلے سے جدا تھا گیس لیمپ اور سائبانوں کی ڈیوٹیاں تو حسب سابق ہی تھیں مگر سٹیج کا نشانہ علیحدہ تھا۔ ہم چند ساتھی سامنے کے مکانوں کی چھتوں پر چڑھ گئے ہمارے ہاتھوں میں لوہے کی بڑی بڑی پچکاریاں تھیں جن میں سیاہی بھری ہوئی تھی جب جلسہ شروع ہوا پہلے تو گیس لیمپ توڑے گئے جس سے اندھیرا ہو گیا چونکہ ہم سٹیج کی مخالف سمت میں تھے۔ ہم نے پچکاریاں چلانا شروع کر دیں ان میں موجود گاڑھی سیاہی نے سٹیج پر موجود تمام قادیانیوں کے چہروں کو سیاہ کر دیا۔ کافی روز گزرنے کے بعد بھی ان کے مکروہ اور "ڈب کھڑبے" چہروں سے سیاہی نہ اتر سکی۔

شیخ صاحب بنیادی طور پر ایک کارکن تھے اور عمر بھر کارکن ہی رہے۔ بہادر کارکن جماعتوں کا اثاثہ ہوا کرتے ہیں۔ ان کی زندگی کے بے شمار واقعات ایسے ہیں جو تاریخ کا حصہ بننے کے قابل ہیں۔ ہماری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ انہیں صحت کاملہ عطا فرمائے آئندہ کسی صحبت میں ان کا مفصل انٹرویو ہدیہ قارئین کیا جائیگا۔ ان شاء اللہ

طلوعِ سحر

جانشینِ امیرِ شریعت سید ابو معاویہ ابو ذر بخاری مدظلہ کی گذشتہ پچیس برسوں میں سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم اور سیرت ازواج و اصحاب رسول علیہم الرضوان کے موضوع پر ہونے والی تقاریر کی جلد اوّل طلوعِ سحر کے نام سے معاویہ پبلیکیشنز کے زیرِ اہتمام شائع ہو گئی ہے۔ خوبصورت ٹائیٹل اور کمپیوٹر کتابت سے مزین۔

۵۲۸ صفحات سیرت و تاریخ کے اہم موضوعات پر سیر حاصل خطبات۔

علماء، طلباء، اور عامۃ الناس کے لئے یکساں افادیت کی حامل ایک بیش قیمت دینی پیش کش۔

قیمت: ۱۸۰ روپے

★ بخاری اکیڈمی، دار بنی ہاشم، مہربان کالونی ملتان